اکلوتی اُم ابیھا

(اپنے باپ کی ماں)

فاضل نبیل چودھری سبط محمد نقوی صاحب

جناب معصومۂ مظلومہ فاطمہ زہرا علیہا الصلوٰۃ والسلام کے نو اسمائے گرامی روایات میں آئے ہیں۔ فاطمہ، صدیقہ، مبارکہ، طاہرہ، زکیہ، راضیہ، مرضیہ، محدثہ اور زہراؑ۔ حضرت کی یاد کبھی آپ کی کنیت 'ام النبی' اور 'ام ابیھا' سے بھی کی جاتی ہے ان کے علاوہ آپ کی کنیتیں ام الحسنین، ام السبطین بھی وارد ہوئی ہیں۔ سب سے زیادہ شہرت ام الائمہ کو ہے۔

مگر ان کنیتوں میں ام ابیھا کا ذکر ہندوستانی مصنفوں نے بہت کم کیا ہے۔ ایک فاضل جلیل کے خداوند رحیم درجات عالی کرے انہیں تو اس کے درست ہونے ہی میں شک ہے۔ مرحوم نے اس کی قرأت 'ام ابنیھا' کی ہے یعنی حسنؑ و حسینؑ کی ماں۔

افسوس کہ مرحوم نے اپنے بیکراں علم و فضل کے باوجود یہاں سہل انگاری سے کام لیا۔ سب سے پہلی بات یہ کہ دو بیٹوں کی ماں ہونا کون سا شرف ہے۔ بہت سی خواتین دو سے زیادہ بیٹوں کی ماں ہوتی ہیں۔ یہ جناب خاتون جناں کے لئے تو کوئی خصوصی شرف کی بات نہیں۔ دوسرے یہ کہ ابنیھا کا ترجمہ حسنؑ و حسینؑ کی ماں مبنی بہ تکلف ہے آپ کی تمام کنیتوں میں واضح قرینہ موجود ہے۔ ابنیھا میں کوئی قرینہ موجود نہیں ہے کہ اس سے حضرات حسنین ہی مراد لئے جائیں۔

پھر یہ بھی کہ جو قیاس مصنف مغفور نے فرمایا ہے اس کی بنیاد یہ ہے کہ ام ابنیھا حضرات حسنینؑ کی ولادت کے بعد جناب معصومہؑ کی کنیت قرار پائی۔ افسوس کہ مرحوم نے اس تحقیق کی ضرورت محسوس نہیں فرمائی کہ کیا حسنینؑ کی ولادت یا امیر المومنینؑ کے ساتھ مناکحت سے قبل سرور کائنات نے بیٹی کو ام ابیھا کہہ کر خطاب نہیں فرمایا؟ مختصراً یہ راقم ہیچمداں مصنف علام کے قیاس کو مع الفارق سمجھتا ہے۔

قیامت بالائے قیامت یہ کہ مرحوم نے اس پر بھی توجہ نہیں فرمائی کہ محض ام ابیھا نہیں آیا ہے جسے قیاسی طور پر ام ابنیھا پڑھا جائے اور کھینچ تان کر اس کا ترجمہ حسنؑ اور حسینؑ کی ماں کیا جائے روایتوں میں ام النبی بھی حضرت کی کنیت وارد ہوئی ہے۔ معلوم نہیں اگر یہ مسئلہ مصنف مرحوم کے محضر مبارک میں پیش کیا جاتا تو اس کی قرأت کیا بتاتے۔

دراصل اگر تامل و تدبر کو راہ دی جائے تو یہ سمجھنے میں دقت نہیں ہوگی کہ اس کنیت کی وہی حیثیت ہے جو ''انا من الحسین'' کی ہے۔ جو تقریر انا من الحسین کی صحت کے اثبات میں کی جائے گی وہ سب 'ام النبی' اور 'ام ابیھا' کے اثبات میں کام آئے گی۔ مگر ہم اس کی دلچسپ بحث بعد میں پیش کریں گے پہلے یہاں استاد لوفیق ابوعلم کی کتاب فاطمۃ الزہراؑ کے فارسی ترجمے نوشتۂ آقائے علی اکبر صادقی سے ایک اقتباس کا ترجمہ حاضر کرتے ہیں۔ براہ کرم اسے

پیش نظر رکھیں کہ ماتن محترم ایک مصری عالم اہلسنت ہیں۔

استاد فاضل حسینی لکھتے ہیں:

فاطمہؑ ولادت کے لحاظ سے نہیں بلکہ رسالت کی نظر سے رسولؐ خدا کی ماں شمار ہوتی ہیں اور شاید یہ خطاب اس وجہ سے تھا کہ پیغمبرؐ خدا جانتے تھے کہ تقدیر الٰہی ان کی ذریت کو صرف جناب زہراؑ کے دامان پاک سے پیدا کرے گی۔ فاطمہؑ درحقیقت ایک موج کی حیثیت رکھتی تھیں کہ جس نے رسولؐ خدا کے نور کو طول طویل زمانے تک پہنچایا اور بشریت کو اس نور فیاض سے روشن و نورانی بنائے رکھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ ان کو بے حد عزیز رکھتے تھے اور جیسا کہ ہم جانتے ہیں کبھی کبھی ان کو 'ام ابیھا' کہہ کر بلاتے تھے۔

تاریخ نے بہ تکرار بیان کیا کہ پیغمبرؐ خدا، فاطمہؑ کو امّ ابیھا کہہ کر مخاطب فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ ان کے ساتھ ماں جیسا سلوک کرتے تھے۔ آپ کے ہاتھ کا بوسہ لیتے تھے جب کبھی سفر سے مدینہ واپس تشریف لاتے تو پہلے انہیں دیکھنے جاتے اور یہ اس جہت سے تھا کہ رسولؐ ایسے یتیم تھت کہ جو اپنی ماں آمنہ بنت وہب سے چھٹپنے میں ہی محروم ہو گئے تھے اور اس سبب سے بھی اپنے روحانی خلاء کو فاطمہ بنت اسد حضرت علی علیہ السلام کی مادر گرامی کی محبت سے پر کرتے تھے اور انہیں ماں کہہ کر خطاب فرماتے تھے۔ اور جب ان خاتونِ معظّمہ کا دنیا سے انتقال ہوا، حضرتؐ کے قلب مہرپاش پر عظیم صدمے نے پنجہ گڑا دیا۔ لوگوں نے سنا کہ فرماتے تھے ''میں نے اپنی ماں کو کھو دیا۔'' خداوند متعال نے فاطمہؑ کو مرحمت فرمایا تا کہ فاطمہ بنت اسد کی یاد دلاتی رہیں اور ان کے وجود سے حضرت کے دل کو تسلی ملتی رہے۔ یہ بات تھی کہ فاطمہ کو ام ابیھا کہتے تھے۔ بغیر تردید، پیغمبر فوق البشر کھیل کھلواڑ میں کسی کو کسی لقب سے افتخار نہیں بخشتے تھے۔ اور نہ ہی اپنی پسند و خواہش سے کسی کے لئے کوئی کنیت تجویز فرماتے تھے کیونکہ حضور ہر چیز کو موافق مصلحت اپنی وضع شائستہ سے رکھتے تھے اور اس کام میں بھی ایک حکمت پنہاں تھی۔ اور حضرت جیسے کسی شخص کے لئے جو ایک عمود دین کے مانند آسمانوں و کہکشاؤں سے بھی بلند و بالا ہو۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ فاطمہؑ ان کی بیٹی شمار ہوتی ہیں یا ماں جیسے کہ شرف وفضیلت کے حامل درخت کے لئے جڑ و شاخیں ایک ہیں کہ اس کے سب اجزاء تابندہ اور نور افشاں ہیں اور کسی دوسرے کو اس کے ساتھ ہمسری اور ہم بستگی کا شرف نہیں ہے۔

اہلبیت اطہار کے شہرہ آفاق اردو سوانح نگار خان بہادر مولوی سید اولاد حیدر فوق بلگرامی مغفور نے بھی جناب معصومہ مظلومہؑ کی اس کنیت ام ابیھا کی طرف اعتنا نہیں فرمائی ہے۔ مگر اپنی بیش قیمت تصنیف ''سیرت فاطمۃ الزہرا'' میں علامہ شبلی نعمانی کے یہاں سے دو واقعات نقل کئے ہیں۔ ہم جناب فوق صاحب کی متعلقہ عبارت آپ کے ملاحظے میں پیش کرتے ہیں۔

''......ہم سیرۃ النبویہ کے اسناد سے اوپر لکھ آئے ہیں کہ حضرت خدیجہؑ اور جناب ابیطالب کے ایک بارگی اٹھ جانے سے مشرکین قریش کی موذی اور خونخوار جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذا دہی اور ظلم رسانی میں اورشیر ہوگئی۔ علامہ نعمانی اسی زمانے کا ایک واقعہ لکھتے ہیں:

بچپن میں رسولؐ کی خدمت اور رفاقت :- آپ ایک دفعہ راہ میں جا رہے تھے۔ ایک شقی نے آ کر فرق مبارک پر خاک ڈال دی۔ اسی حالت میں آپ گھر تشریف لائے۔ آپ کی صاحبزادی نے دیکھا تو پانی لے کر آئیں۔ آپ کو سر دھوتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں۔ آپ نے فرمایا جان پدر! رو نہیں خدا تیرے باپ کو بچائے گا۔ (ص ۱۸۲)

پھر آگے چل کر اس سے بڑھ کر ظلم و ستم اور آزار دہی کا ایک دوسرا واقعہ یوں قلم بند فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ آپ حرم میں نماز پڑھ رہے تھے۔ روسائے قریش بھی موجود تھے۔ ابوجہل نے کہا کہ کاش اس وقت کوئی جاتا اور اونٹ کی اوجھ نجاست سمیت اٹھالاتا کہ محمد سجدے میں جاتے تو ان کی گردن پر ڈال دیتا۔ عقبہ نے کہا کہ یہ خدمت میں انجام دیتا ہوں۔ چنانچہ اوجھ لا کر آپ کی گردن پر ڈال دی۔ قریش مارے ہنسی کے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ حضرت فاطمہؑ کو خبر لگی۔ اگرچہ اس وقت صرف پانچ چھ برس کی تھیں لیکن جوش محبت سے دوڑی ہوئی آئیں۔ اوجھ ہٹا کر عقبہ کو برا بھلا کہا اور بد دعائیں دیں۔''

(ص ۱۸۶)

تاریخ مدینہ میں امام سمہودی لکھتے ہیں کہ آپ نے اس وقت جن جن کافروں کے لئے بد دعا کی وہ سب کے سب غزوۂ احد میں مارے گئے۔ اور واصل جہنم ہوئے۔ مندرجہ بالا واقعات سے جناب سیدہؑ کو اپنے پدر عالی مقدار کے ساتھ اس چھوٹی سی عمر ہی سے جو روحانی تعلقات اور تکلیف و ایذا کے خاص وقتوں میں جیسے دردمندانہ جذبات کے خیالات وابستہ تھے وہ پورے طور پر واضح ہو گئے اور پھر ایسے کہ کسی آئندہ توضیح و تصریح کی حاجت باقی نہ رہی۔''

حیرت ہے کہ مصنف مرحوم کو یہ محض ''دردمندانہ جذبات'' سمجھ میں آئے۔ حدیث ''... انا من الحسین'' کی طرف ان کی نظر نکتہ بیں بھی نہ گئی۔ اگرچہ یہ روایت ترمذی میں نقل ہوئی ہے جو صحاح ستہ میں ہے۔ اگر حدیث مبارکہ کے اس ٹکڑے پر نظر ہوتی تو یقینا اس طرز عمل میں ممتا کی خوشبو محسوس فرماتے۔ لیکن اس سے قبل کہ ہم اس کی ممکنہ توجیہات کی طرف متوجہ ہوں۔ پہلے جناب معصومہؑ اور تعظیم رسول کی طرف ایک نظر ڈال لیں۔ یہ پہلو جناب معصومہ مظلومہؑ کی فضیلت کا بہت نمایاں باب ہے۔ ہمارے ذاکرین عظام عظم اللہ والمومنین بوجودہم اس کو خاص طور سے بیان کرتے ہیں۔ حضورؐ سراپا نور اور جناب سیدہ مظلومہؑ کے سوانح نگار بھی اسے حضورؐ و معصومہؑ کے احوال میں زور دے کر بیان کرتے ہیں۔ لیکن آپ یہاں حضرت عائشہ سے منقول ایک روایت ملاحظہ فرمالیں، استاذ ابوعلم ناقل ہیں:

''عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کہتی ہیں —— بات چیت میں فاطمہؑ سے زیادہ میں نے کسی اور کو رسولؐ خدا سے مشابہ نہیں دیکھا۔ جب بھی وہ اپنے والد کے حضور میں آتیں پیغمبر ان کے احترام میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوتے اور ان کے ہاتھ چومتے اور انہیں خوش آمدید کہتے اور اپنی مخصوص نشست پر بٹھاتے......''

اس غیر معمولی اور انوکھی تعظیم کے سلسلے میں حضرت الاستاذ علامہ علی نقی النقوی (سید العلماء) اعلی اللہ

مقامہ نے بڑی نکتہ آفریں بحث کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

''...... بیٹی ہونے کا تقاضہ ہی نہیں کہ باپ تعظیم کو کھڑا ہو...... اصول یہ ہے کہ جو عمل رسول ہے وہ جزوسنت ہے جو تقریر رسولؐ ہے وہ بھی جزوسنت ہے۔ تقریر یعنی کوئی دوسرا رسولؐ کے سامنے کوئی عمل کرے اور رسولؐ اس کو منع نہ کریں۔ یہ بھی اصول ہے کہ سنت رسولؐ کی پیروی یا سنت واجب ہوگی ...... یہ ایک عمل رسولؐ ہے جو بالاتفاق موجود ہے ......مشترک اسلامی نقطۂ نظر سے اور خود ہمارے معتقدات کی روشنی میں کسی نے بھی جوسنت رسولؐ کی پیروی کا دعوے دار تھا کبھی اس سنت رسولؐ پر عمل نہیں کیا......''

اس کے بعد جناب مرحوم نے اس کی بہت لطیف توجیہ فرمائی لیکن ہم اسے یہاں پیش نہیں کر رہے ہیں۔ مشتاق مومنین تلاشیں اور پڑھیں۔ ہم تو حضرت الاستاذ کے افادے سے کام لینا چاہتے ہیں جو آپ نے ''......**انامن الحسین** کے مبحث میں فرمایا ہے۔ کیونکہ جیسا ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ جب تک **انامن الحسین** کی معنویت ذہن نشین نہیں ہوگی۔ 'ام ابیھا' یا 'ام النبی' کی معقولیت واضح نہیں ہوسکتی۔ قبل اس کے کہ ہم اقتباس نقل کریں، ایک فقرہ یہ عرض کرتے ہیں کہ اگر نواسے سے نانا کی بقا ہوسکتی ہے تو بیٹی سے باپ کی کیوں نہیں!

اب آپ جناب مرحوم کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں:-

''......آپ نے فرمایا حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔ ان دو جملوں میں آخر ربط کیا ہے۔ پہلے میں کچھ اور ہو اور دوسرے میں کچھ اور ہو تو وہ ایسے جیسے شعر دو لخت ہوتا ہے۔ ویسے بے جوڑ فقرے ہو جائیں گے۔ لہٰذا ضرورت اس کی ہے کہ دونوں میں کوئی مناسبت ہو۔ اس وقت جو پہلو عرض کرنا ہے وہ یہ کہ ایک ہوتا ہے شے کا وجود اور ایک ہوتی ہے شے کی بقا۔ پہلا جملہ جو ہے کہ 'حسینؑ مجھ سے ہے' وہ وجود کے لحاظ سے ہے دوسرا جملہ جو ہے وہ بقا کے لحاظ سے ہے یعنی حسینؑ کا وجود میرے وجود سے ہے اور میری بقا حسینؑ کی وجہ سے ہے۔ اور اب میں اردو کے ایک جملے میں ترجمہ کرسکتا ہوں کہ ''حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں''، یعنی اگر میں نہ ہوتا تو حسینؑ نہ ہوتا اور اگر حسینؑ نہ ہوتا تو میں نہ رہتا۔ جس وقت سے حسینؑ پیدا ہوئے ۳؍شعبان ۳ھ سے لے کر ۱۰؍محرم ۶۱ھ تک حسینؑ رسولؐ سے اور ۱۰؍محرم ۶۱ھ سے لے کر قیامت تک رسولؐ حسینؑ سے۔ یہ حقیقت ہے کہ ایک انسان کی بقا اس کے نام اور کام کی بقا سے ہے۔ ۶۰ھ میں رسولؐ کا نام بھی خطرہ میں تھا اور کام بھی خطرہ میں تھا۔ تو اب جس نے اپنی قربانی دے کر رسولؐ کے نام اور کام کو باقی رکھا وہ رسولؐ کی بقا کا سبب ہے یہی تو اتنا بڑا مقصد ہے جس کے لئے اتنی قربانیاں پیش کی گئیں۔''

یہ کون کہہ سکتا ہے کہ رسولؐ کے نام اور کام کی بقا میں جناب معصومہ مظلومہؑ نے براہ راست ؑ بہ شرکت شوہر اور بذریعہ اولاد و اخفاد کم یا کمتر درجے کی قربانیاں دی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ناطق بحکم خدا، ممدوح **ما ینطق عن الھویٰ** نے اپنی بیٹی کو ام ابیھا کہا۔

اس ناچیز تحریر کو کتابت کے کے حوالے کر دیا گیا تھا تب حضرت الاستاذ علامہ علی نقی النقوی اعلی اللہ مقامہ کی

کتاب 'رہنمایان اسلام' کے مراجعے کی ضرورت پیش آئی۔
جناب مرحوم نے اس ذیل میں جو افادہ فرمایا ہے وہ یہ ہے:
''آپ حضرت خدیجہ بن خویلد کے بطن سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرد فرید بیٹی تھیں جن کی نسل پاک سے باپ کے نام اور کام کی بقا رہی اور شاید اسی مناسبت سے آپ کی وہ کنیت ہوئی جس کے معنی ہوتے ہیں اپنی باپ کی ماں یعنی وہ خاتون جو اپنے باپ کی زندگی کو پروان چڑھانے کا سبب ہوئی۔''

تحقیقی بات تو یہی ہے کہ آپ اکلوتی ''ام ابیھا'' ہیں جنہوں نے نہ صرف یہ نام پایا بلکہ اپنے باپ سے ماں والا اعزاز بھی پایا۔ اس شرف کے غصب کی کوشش کا ہمیں علم نہیں اسے بھی معصومہؑ کے ساتھ ایک رحمت ربانی سمجھنا چاہئے کہ ایک ایسے نام کا اہتمام کر دیا جو تاریخ میں اکلوتا ہے۔



مدح مختار جنت

جناب خادم شبیر نصیر آبادی

اس بزم تک شعور کی طاہر شراب لا
ساقی بس ایک ساغر عصمت مآب لا

تاریخ دختران جہاں میں اگر ملے
کوئی نظیر بنت رسالت مآب لا

یوں تو بہت ملیں گے نبیؐ کے مخاطبے
اے دین مثل ام ابیھا خطاب لا

خیاط جو بنا دے فرشتے کو دہر میں
ایسی کوئی زبان صداقت مآب لا

ان کے سوا تھا جزو حیات نبیؐ کوئی
اس طرح کی حدیث رسالت مآب لا

اٹھتا تھا کون بیٹی کی تعظیم کے لئے
بس میرے اس سوال کا کوئی جواب لا

گر چاہتا ہے حشر میں مٹی نہ ہو خراب
ہم بو ترابیوں کی زمیں سے تراب لا

قرآں ہو جس کی صورت و سیرت کا آئینہ
ہو جس کی ذات حامل ام الکتاب لا

دنیا میں جو ہو طاعت خالق کی آبرو
سجدہ وہ سیدہ کی طرح کامیاب لا

مثل علیؑ جو ہمسر بنت نبیؐ بنے
خالق سی دوسری نگہہ انتخاب لا

ان کا تو حشر تک نہ ملے گا کہیں جواب
ان کی جو ہے کنیز اسی کا جواب لا

جس میں بیاں فضیلت بنت نبیؐ نہ ہو
ایسی جو آسماں پہ ہو کوئی کتاب لا

عصمت کا تحفہ باغ محمدؐ سے مانگ کر
''عقد بتول ہو تو ثنا کے گلاب لا''

خادمؔ عجیب حکم تھا لا کی ردیف میں
لکھ کر ثنائے بنت رسالت مآب لا